مختار احمد محمدی مدنی

علماء حق' راسخین فی العلم اس کائنات کی شان بان اور اس کی رونق وزینت ہیں' پوری انسانیت کی دینی ہدایت ورہنمائی کا ذریعہ ہیں' اہل باطل اور شرک وبدعات کے لئے ننگی تلوار ہیں' وہ دنیاوالوں کے لئے سورج چاند اور ستارے ہیں' ان کی مثال انسانی جسم میں روح کی ہے' جس طرح بلا روح کے جسم کا تصور نہیں کیا جاسکتا ٹھیک اسی طرح بلا علماء کے کسی صالح معاشرہ کا تصور نہیں کیا جاسکتا' لوگ کھانے پینے سے زیادہ علماء کے محتاج ہیں' انسان جسمانی غذا کا ہمیشہ ضرورت مند نہیں رہتا لیکن روحانی غذا اس کی ہمیشہ کی ضرورت ہے' انسان کو جب بھوک وپیاس لگتی ہے تب کھاتا پیتا ہے لیکن روحانی غذا کے بغیر ایک پل بھی نہیں رہ سکتا' ولادت سے لے کر موت تک بلکہ اسکے بعد بھی انسان شریعت کا محتاج ہوتا ہے' جو روحانی غذا سے محروم ہے وہ جانور ہی نہیں بلکہ اس سے بدتر ہوتا ہے' علماء زمین میں اللہ کی طرف سے گواہ ہیں' اللہ کے دین اور اس کی شریعت کے حاصل کرنے کا واسطہ ہیں' وہ اللہ کے بندوں میں سب سے زیادہ اللہ کا خوف رکھنے والے ہیں' آسمان وزمین میں پائی جانے والی تمام مخلوقات یہاں تک کہ پانی کی تہوں میں پائی جانے والی مچھلیاں بھی ان کے لئے اللہ تعالی سے مغفرت کی دعائیں کرتی ہیں' ان کا ادب واحترام دین کا ادب واحترام' ان کی عزت دین کی عزت' ان کی توہین دین کی توہین ہے۔اسی لئے دین میں ہمیں ان کے ساتھ جڑ کر رہنے ان کا احترام کرنے اور ان کی اطاعت کا بصراحت حکم دیا گیا ہے۔اللہ تعالی کا ارشاد ہے : ﴿**يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ أَطِيعُواْ اللّهَ وَأَطِيعُواْ الرَّسُولَ وَأُوْلِي الأَمْرِ مِنكُمْ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلاً(59) النساء**﴾

یعنی: اے ایمان والو اللہ کی اطاعت کرو' رسول ﷺ کی اطاعت کرو اور اپنے میں سے اختیار والوں کی' پھر اگر کسی چیز میں تم اختلاف کر بیٹھو تو اسے اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹا دو اگر تمہیں اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان ہے یہ بہت بہتر ہے اور انجام کے اعتبار سے بیحد اچھا ہے۔

آیۃ کریمہ میں اولی الأمر سے علماء وسلاطین دونوں مراد ہیں' علماء امور دین کے ولی اور سلاطین وحکمراں امور دنیا کے ولی ہیں۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: **ان العلماء ورثة الأنبياء وان الأنبياء لم يورثوا دينارا ولا درهما وانما ورثوا العلم فمن أخذه أخذ بحظ وافر** (أبوداؤد' ترمذی' ابن ماجہ)

یعنی: علماء انبیاء کے وارث ہیں' انبیاء سونے چاندی کا وارث نہیں بناتے' وہ علم کا وارث بناتے ہیں جس نے اس کا حصہ پالیا وہ پورا حصہ پالیا۔

وعن عبد الله بن عمرو قال ﷺ : ليس منا من لم يرحم صغيرنا ويعرف حق كبيرنا (سنن أبو داؤد وسنن ترمذی صحيح الترغيب) وفی رواية ليس منا من لم يرحم صغيرنا و يوقر كبيرنا (صحيح الجامع عن أنس)

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: وہ ہم میں سے نہیں جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑوں کا حق نہ جانے' اور دوسری روایت میں ہے وہ ہم میں سے نہیں جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑوں کی توقیر نہ کرے۔

امام ابن القیم رحمہ اللہ اعلام الموقعین میں علماء وفقہاء اسلام کے بارے میں فرماتے ہیں: یہ زمین میں آسمان میں تاروں کے مانند ہیں تاریکیوں میں ڈوبا ہوا انسان ان سے روشنی حاصل کرتا ہے' لوگوں کو کھانے پینے سے زیادہ ان کی ضرورت ہے' کتاب اللہ کی نص سے ماں باپ سے زیادہ ان علماء کی اطاعت فرض ہے۔

امام شاطبی رحمہ اللہ کا قول ہے : **اذا ثبت أن الحق هو المعتبر دون الرجال فالحق أيضا لا يعرف دون وسائطهم بل بهم يتوصل اليه وهم الأدلاء على طريقه** ۔(الاعتصام)

جب یہ ثابت ہوگیا کہ افراد کے بجائے حق ہی معتبر ہے تو یہ بھی جان لو کہ علماء کے بغیر حق کی معرفت بھی نہیں ہوسکتی' انہی کے ذریعہ حق تک رسائی ہوسکتی ہے' کیونکہ علماء ہی' حق جاننے کا ذریعہ ہیں۔

اکابر علماء حق ہی امت کا مرجع ہیں وہی دین کے رہنما ہیں امت کی دینی وروحانی قیادت کا فریضہ ہر دور میں انہی علماء نے انجام دیا ہے' انبیاء کے مشن کو ہمیشہ سے انہی علماء نے آگے بڑھایا ہے کیونکہ اب دنیا میں کوئی نبی آنے والا نہیں ہے' دین کے تمام مسائل میں ان کی طرف رجوع کرنا ان سے وابستہ رہنا دین کا حصہ ہے' خصوصا بڑے بڑے مسائل میں' جس طرح ایک انسان بڑی بیماریوں میں بڑے بڑے ڈاکٹروں کے پاس جاتا ہے' جس گھر یا خاندان میں کوئی بڑا نہ ہو وہ گھر تباہ وبرباد ہوجاتا ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالاً نُّوحِي إِلَيْهِمْ فَاسْأَلُواْ أَهْلَ الذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لاَ تَعْلَمُونَ(43) النحل ﴾

یعنی: ہم آپ سے پہلے بھی (انسانوں ہی میں سے) مردوں کو رسول بنا کر بھیجتے رہے جن کی طرف وحی کیا کرتے تھے پس اگر تم نہیں جانتے تو اہل علم سے پوچھ لو۔

دوسری جگہ اللہ کا ارشاد ہے ﴿وَإِذَا جَاءهُمْ أَمْرٌ مِّنَ الأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُواْ بِهِ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَى أُوْلِي الأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنبِطُونَهُ مِنْهُمْ وَلَوْلاَ فَضْلُ اللّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لاَتَّبَعْتُمُ الشَّيْطَانَ إِلاَّ قَلِيلاً (83) النساء ﴾

یعنی: جب ان کے پاس امن یا خوف کی کوئی خبر پہنچتی ہے تو اُسے مشہور کردیتے ہیں اور اگر اُس کو رسول اور اپنوں میں سے ایسی باتوں کی تہہ تک پہونچنے والے بڑوں کے حوالہ کردیتے تو اس کی حقیقت وہ لوگ معلوم کر لیتے جو نتیجہ اخذ کرتے ہیں اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اُس کی مہربانی نہ ہوتی تو چند اشخاص کے سوا سب شیطان کے پیرو ہوجاتے۔

بڑے مسائل میں بڑے علماء کی طرف رجوع کرنے میں دین' مال اور عزت وآبرو کی حفاظت ہے' بڑے علماء ہی کے پاس مسائل کی جڑ اور اس کی تہہ تک پہونچنے کی صلاحیت ہوتی ہے وہی حالات کی نزاکتوں سے باخبر وآگاہ ہوتے ہیں' وہ جذباتیت اور سطحیت سے بالاتر ہوتے ہیں' عواقب پر ان کی نگاہیں ہوتی ہیں' فرد سے لے کر جماعت تک بلکہ پوری امت تک کی خیر وبھلائی ان کی دور رس نظروں کے سامنے ہوتی ہے' ان کے پاس اللہ کے سامنے جوابدہی کا مکمل احساس ہوتا ہے' وہ فقہ الاولویات اور ترجیحات کی بنیاد پر کام کرتے اور فتوی دیتے ہیں' اسلام کے اصول اور فقہی قواعد وضوابط پر مکمل عبور رکھتے ہیں' بڑے نقصان سے بچنے کے لئے چھوٹے موٹے نقصان برداشت کر لیتے ہیں اور یہ اسلام کا بہت اہم اصول ہے۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: (**لا يزال الناس صالحين متماسكين ما أتاهم العلم من أصحاب محمد ﷺ ومن أكابرهم ' فاذا أتاهم من أصاغرهم هلكوا (مصنف عبد الرزاق)**

لوگ نیک اور دین پر برابر ثابت قدم رہیں گے جب تک وہ صحابہ رسول ﷺ سے اور اپنے بڑے علماء سے علم حاصل کرتے رہیں گے' اور جب وہ چھوٹوں یا بدعتیوں سے علم حاصل کرنا شروع کردیں گے تو ہلاک ہوجائیں گے۔

چھوٹے اور کم علم والوں سے علم وفتوی لینا بالخصوص بڑے مسائل میں ہلاکت وبربادی ہے' امام مالک رحمہ اللہ اپنے استاذ امام ربیعہ کے متعلق فرماتے ہیں : (**بكى يوما بكاء ا شديدا فقيل له أمصيبة نزلت بك ؟ فقال : لا ولكن استفتى من لا علم عنده وظهر فى الإسلام أمر عظيم (ذكره الخطيب البغدادى فى الفقيه و المتفقه))**

ایک دن وہ زاروقطار رونے لگے ان سے پوچھا گیا کیا آپ پر کوئی مصیبت آن پڑی ہے؟ کہا: نہیں' لیکن اسلام میں بڑا معاملہ ہوا ہے ایسے آدمی سے فتوی پوچھا گیا جس کے پاس علم نہیں ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ اپنے بارے میں فرماتے ہیں: مجھے جب تک افتاء کے لئے امام وقت ربیعہ الرائے اور یحیی بن سعید نے اجازت نہیں دے دی تب تک میں نے فتوی دینا شروع نہیں کیا۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ جب تک ستر علماء نے میرے بارے میں گواہی نہیں دے دی تب تک میں نے فتوی دینا شروع نہیں کیا۔

امام شاطبی رحمہ اللہ الاعتصام میں فرماتے ہیں: کسی عالم کے بارے میں جب تک علماء شہادت نہ دیں وہ اصل پر باقی ہے یعنی اسکے پاس علم نہیں وہ جاہل ہے۔ کیونکہ ہر انسان ماں کے پیٹ سے جاہل ہی پیدا ہوتا ہے۔

محترم قارئین! ہر دور میں امت کی قیادت بڑے علماء ہی نے کی ہے اور بڑے بڑے مسائل میں انہی کی طرف رجوع کیا جاتا تھا جب خوارج کا فتنہ ظہور پذیر ہوا اور ان کے مظالم انتہاء کو پہونچ گئے تو خلیفہ راشد علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ان سے مناظرہ کے لئے حبر امت مفسر قرآن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو بھیجا' حالانکہ خود علی رضی اللہ عنہ علم وفضل میں ان سے کم نہ تھے پھر بھی ان کو ترجیح دی اس لئے کہ نبی اکرم ﷺ نے ان کے لئے تفسیر قرآن کی خصوصی دعا کی تھی اس لئے ان کو فوقیت دیتے ہوئے ان کو مناظرہ کے لئے روانہ کیا' خوارج کے تین بڑے اعتراضات تھے ان تینوں کا قرآنی آیات کے حوالہ سے تشفی بخش جواب دیا اس کا فائدہ یہ ہوا کہ دو ہزار سے زیادہ لوگوں نے اپنے خونی و باطل افکار ونظریات سے رجوع کرتے ہوئے توبہ کیا اور دوبارہ صحابہ کرام کی صف میں داخل ہو گئے۔

سنن دارمی میں صحیح سند کے ساتھ ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ کا واقعہ مذکور ہے جو بہت ہی مشہور ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ انہوں نے کچھ لوگوں کو ایک دن صبح میں کوفہ کی مسجد میں حلقہ بنا کر اجتماعی تہلیل وتسبیح اور تکبیر وتحمید کرتے ہوئے دیکھا' کچھ جواب نہ دیا فورا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے دروازے پر ان کا انتظار کیا جب وہ نکلے ان لوگوں کے بارے میں ان سے بتایا' عبداللہ بن مسعود نے کہا آپ نے ان پر انکار کیوں نہیں کیا ؟ ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں آپ کے حکم یا آپ کی کیا رائے کا انتظار کر رہا تھا' فرمایا ان سے کیوں نہیں کہا کہ اپنے گناہوں کو گنو' پھر وہ اپنے گھر میں داخل ہوئے' اپنے چہرے پر کپڑا باندھ کر نکلے تاکہ کوئی پہچان نہ سکے' مسجد میں داخل ہوئے اور جب لوگوں کو حلقہ کی شکل میں اجتماعی تہلیل وتحمید کرتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھا تو اپنے چہرے سے کپڑا ہٹایا اور کہا تمہاری بربادی ہو یہ تم سب کیا کر رہے ہو؟ میں عبداللہ بن مسعود صحابی رسول ہوں' تم برباد ہو جاؤ کتنی جلدی تم ہلاک ہو گئے' ابھی نبی کریم ﷺ کے کپڑے پرانے نہیں ہوئے اور آپ کے برتن نہیں ٹوٹے' اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے' کیا تم اصحاب محمد ﷺ سے زیادہ ہدایت پر ہو یا تم گمراہی کا دروازہ کھول رہے ہو؟ وہ لوگ کہنے لگے اے ابوعبدالرحمن ہم صرف خیر کے طالب اور متلاشی ہیں' فرمایا: کتنے خیر کے طالب ہیں لیکن ان کو خیر نہیں ملتا ہے' کیونکہ خیر کے لئے صرف قصد وارادہ کافی نہیں ہے' جس راستہ اور طریقہ پر چل کر خیر تلاش کیا جاتا ہے وہ طریقہ اور راستہ بھی خیر والا ہی ہونا چاہئے' غلط راستے اور غلط طریقے کو اپنا کر خیر حاصل نہیں کیا جاسکتا' خیر صرف نبی اکرم ﷺ کے راستے پر ہی چل کر حاصل کیا جاسکتا ہے' قصہ کلام یہ کہ ان حلقے والوں کا انجام یہ نکلا جیسا کہ اس واقعہ کے راوی عمرو بن سلمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان میں سے اکثر لوگ جنگ نہروان میں صحابہ کرام کا ساتھ دینے کے بجائے خوارج کا ساتھ دے رہے تھے اور انہیں تیر تھمارہے تھے۔

خوارج دراصل ان کو کہا گیا جنہوں نے خلیفہ چہارم علی رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج کیا تھا' لیکن جو بھی امام وقت کے خلاف بغاوت کرے' حکمرانوں اور مسلمانوں کو کافر قرار دے اور گناہ کبیرہ کے مرتکب کو ہمیشہ کے لئے جہنمی قرار دے ایسے لوگوں کو خارجی کہا جاتا ہے' یہ خروج کسی بھی دور میں ہو اور یہ عقائد ونظریات رکھنے والا کوئی بھی ہو اور اس نے اپنا نام کچھ بھی رکھا ہو۔

علامہ ابوالفتح شہرستانی فرماتے ہیں: خارجیوں کی ایک عام پہچان امام وقت کے خلاف غداری وبغاوت' قتل وغارت گری اور خروج ہے' اس خروج کا تعلق کسی بھی زمانہ سے ہو' صحابہ کے دور سے ہو یا ان کے بعد تابعین عظام کے دور سے ہو یا آج کسی امیر کے خلاف ہو۔

امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: خارجی کا نام ہر اس شخص پر منطبق ہوتا ہے جو علی رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج کرنے والوں کے افعال واقوال اورنظریات وعقائد کو اپنالے' ہر وہ شخص جو قرآن وسنت کو فیصلہ کن شریعت وقانون ماننے سے انکار کرے' کبیرہ گناہوں کے مرتکب کو کافر قرار دے اوران کو ہمیشہ کے لئے جہنمی قرار دے' ظالم حکمرانوں کے خلاف خروج وبغاوت کا حکم دے' ایسے عقائد ونظریات رکھنے والے خارجی کہلائیں گے۔

قارئین کرام! اس واقعہ میں محل شاہد یہ ہے کہ ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ خود ایک جلیل القدر اورعلم وفضل والے صحابی ہیں آپ ﷺ نے انہیں معاذ رضی اللہ عنہ کے ساتھ یمن کے بعض علاقوں کی طرف داعی ومبلغ بنا کر روانہ کیا تھا لیکن پھر بھی اجتماعی ذکر کرنے والوں کے بارے میں کچھ کہنے کے بجائے اپنے سے زیادہ علم وفضل والے کا انتظار کیا اور معاملہ کو ان کے حوالہ کر دیا' مسئلہ بھی بہت بڑا نہیں تھا پھر بھی اپنے سے بڑے کی رائے کا انتظار کیا۔

اس واقعہ میں دوسری بات جو قابل ذکر ہے وہ یہ کہ کسی بھی بدعت کو معمولی نہیں سمجھنا چاہئے' حلقہ کی شکل میں اجتماعی ذکر اوذکار کی بدعت بظاہر کوئی بڑی یا کفر والی بدعت نہیں تھی اس کے باوجود یہی بدعت ان لوگوں کے لئے صحابہ اور سلف صالحین کے عقیدہ ومنہج کو چھوڑ کر خوارج کے راستہ اوران کے افکار ونظریات کو اپنا لینے اوران کی جماعت میں شامل ہو جانے کا ذریعہ بن گئی' کہا جاتا ہے کہ معمولی چنگاری پورے جنگل کو جلا کر راکھ کا ڈھیر بنا دیتی ہے۔

صحیح مسلم میں ہے کہ جب بصرہ میں معبد الجہنی نے تقدیر کا انکار کیا تو یحیی بن یعمر اور حمید بن عبدالرحمٰن الحمیر ی دونوں حج یا عمرہ کا قصد کر کے مکہ مکرمہ گئے تا کہ وہاں کسی صحابی سے ملاقات ہو جائے اور منکرین قدر کے بارے میں ان سے رائے لے سکیں' یہ دونوں جب مسجد حرام پہونچے تو صحابی رسول ﷺ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ مسجد حرام میں داخل ہو رہے تھے دونوں نے ان کو گھیر لیا' یحیی بن یعمر عمر میں بڑے تھے بات چیت کا انداز بھی ان کا اچھا تھا وہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کے دائیں طرف تھے اور حمید بن عبدالرحمٰن بائیں طرف' بہر کیف یحیی بن یعمر نے ان لوگوں کے بارے میں سوال کیا کہ بصرہ میں کچھ ایسے لوگ ظاہر ہوئے ہیں جو قرآن پڑھتے پڑھاتے ہیں علم کی تلاش میں بھی رہتے ہیں لیکن وہ تقدیر کا انکار کرتے ہیں' صحابی رسول عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا جاؤ ان سے کہہ دو میں ان سے بری ہوں وہ مجھ سے بری ہیں' اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں عبداللہ بن عمر کی جان ہے اگر کسی کے پاس احد پہاڑ کے برابر سونا ہو اور وہ اللہ کی راہ میں خرچ کر دے تو اس کا یہ عمل اللہ کے یہاں اس وقت تک قبول نہ ہوگا جب تک وہ تقدیر پر ایمان نہ لائے' پھر دلیل کے طور پر اپنے والد محترم عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے پوری حدیث جبریل بیان کر دی جس میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے **(الایمان أن تؤمن بالله و ملائكته و كتبه ورسله واليوم الآخر وبالقدر خيره وشره)** یعنی: ایمان یہ ہے کہ تو اللہ تعالی اس کے فرشتوں' اس کی کتابوں' اس کے رسولوں' قیامت کے دن اور تقدیر کی بھلائی اور برائی پر ایمان لائے۔(صحیح مسلم)

محترم قارئین! یہ بات تو معمولی طالب علم بھی جانتا ہے کہ تقدیر پر ایمان' ایمان کا اہم رکن ہے' اور اس کا انکار کفر ہے' اس کے باوجود ان دونوں نے کوئی حکم نہیں لگایا جبکہ دونوں تابعی ہیں ثقہ ہیں اور علم وفقہ میں اونچا مقام رکھتے ہیں' یحیی بن یعمر کی توثیق ابوزرعہ' ابوحاتم' اور نسائی نے کی ہے' ابن حبان نے کہا: اپنے زمانہ کے فصیح ترین اور لغت عرب کے سب سے زیادہ جاننے والوں میں سے تھے ساتھ ہی سخت ورع والے بھی تھے' ابن سعد نے کہا: نحوی' لغت عرب اور قرآن کے عالم تھے مرو کے قاضی تھے۔ امام ذہبی نے کہا: علم کے برتنوں اور حجت کے حاملین میں سے تھے' اور جہاں تک حمید بن عبدالرحمٰن کی بات ہے تو ان کے بارے میں مشہور تابعی ابن سیرین نے کہا: بصرہ میں سب سے زیادہ فقیہ تھے' اوران کا ایک دوسرا قول ہے کہ کوفہ اور بصرۃ دونوں شہروں میں سب سے زیادہ علم رکھنے والے تھے۔ اور امام ذہبی نے فرمایا: بصری شیخ عالم اور ثقہ ہیں' سیر اعلام النبلاء میں امام ذہبی نے دونوں کا تذکرہ کیا ہے۔ اتنے بڑے عالم ہونے کے باوجود دونوں نے اپنے سے بڑے علماء کی طرف رجوع کیا اور ان سے فتوی لیا۔

آج ہم میں سے بہت سارے لوگوں کا حال یہ ہے کہ بڑے بڑے اور پیچیدہ مسائل میں بھی کسی بڑے عالم کی طرف رجوع کئے بغیر فورا فتوی دینا

شروع کر دیتے ہیں جبکہ ان مسائل کے بارے میں اگر عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے سوال کیا جاتا تو تمام بدری صحابہ کو اکٹھا کرنے کے بعد ہی کچھ حکم صادر فرماتے۔

محترم قارئین! معتبر و مستند لوگوں کی تائید بہت اہم ہوتی ہے صحیح بخاری میں ہے کہ صحابہ کرام کا گزر ایک جنازہ سے ہوا تو صحابہ نے اس کی تعریف کی' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا وجبت' یعنی واجب ہوگئی' پھر ایک دوسرے جنازہ سے گزر ہوا' تو صحابہ کرام نے اس کی برائی کی نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: وجبت' یعنی واجب ہوگئی' عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سوال کیا جس جنازہ کی تعریف کی گئی اس کے بارے میں بھی آپ نے فرمایا واجب ہوگئی اور جس کی برائی کی گئی اس کے بارے میں بھی آپ نے فرمایا واجب ہوگئی تو اس کا کیا مطلب؟ آپ ﷺ نے فرمایا جس جنازہ کی تم لوگوں نے تعریف کی اس پر جنت واجب ہوگئی اور جس کی تم لوگوں نے برائی کی اس پر جہنم واجب ہوگئی' تم زمین میں اللہ کے گواہ ہو۔

علماء حق پر لعن طعن کرنا یہ خارجیت کی علامت' یہ اہل زیغ وضلال کی پہچان ہے' ان پر طعن وتشنیع یہ دین پر طعن وتشنیع ہے' امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سابق علماء سلف اور جو ان کے بعد ان کا اتباع کرنے والے اہل خیر واثر اور اہل فقہ ونظر ہیں ان کا ذکر خیر کے ساتھ ہی کیا جائے گا' جو ان کی برائی بیان کرے وہ سلف صالحین کے راستہ پر نہیں ہے۔ (العقیدۃ الطحاویۃ)

حافظ ابن عساکر دمشقی فرماتے ہیں: میرے بھائی جان لو اللہ ہمیں اور تم کو اپنی رضامندیوں کی توفیق دے اور ان لوگوں میں سے بنائے جو اللہ تعالی سے جتنا ڈرنے کا حق ہے اتنا ڈرتے ہیں' علماء کے گوشت زہر آلود ہوتے ہیں' جو ان کی تنقیص کرتے ہیں ان کے بارے میں اللہ کی سنت معروف ہے کہ اللہ ایسے لوگوں کے پردے کو پھاڑ دیتا ہے یعنی ذلیل کر دیتا ہے' ان پر ایسی چیزوں کا الزام لگانا جن سے وہ بری ہیں یہ بڑا خطرناک معاملہ ہے' اور جو ان کے بارے میں جھوٹ وافترا پردازی سے کام لیتا ہے اس کا انجام بہت برا ہوتا ہے' جن شخصیتوں کو اللہ نے علم کی نشر واشاعت کے لئے منتخب کیا ان سے اختلاف کرنا مذموم عادت وخصلت ہے۔ (تبيين كذب المفترى)

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کے بعد تمام مسلمانوں پر مؤمنوں کے ساتھ محبت واجب ہے جیسا کہ قرآن کریم اس کی گواہی دیتا ہے' بالخصوص علماء جو انبیاء کے وارث ہیں' جنہیں اللہ نے ستاروں کے مانند بنایا ہے جن کے ذریعہ بحر وبر کی تاریکیوں میں رہنمائی حاصل کی جاتی ہے' جن کی ہدایت ودرایت پر مسلمانوں کا اجماع ہے' نبی کریم ﷺ کی بعثت سے پہلے ہر امت کے علماء اس امت کے سب سے برے ہوتے تھے' جبکہ امت محمدیہ کے علماء لوگوں میں سب سے بہتر ہوتے ہیں' یہ امت میں رسول ﷺ کے جانشین ہیں' نبی کی مردہ سنتوں کو زندہ کرنے والے ہیں' ان کے ذریعہ سے کتاب اللہ قائم ہے اور یہ کتاب اللہ پر قائم ہیں' قرآن نے ان کی باتیں کی ہیں اور یہ قرآن کی باتیں کرتے ہیں۔ (مجموع الفتاوى)

قارئین کرام! یہاں علماء کے تعلق سے جو کچھ بھی بیان کیا گیا ہے ان سے علماء حق مراد ہیں' وہ علماء جو سلف صالحین صحابہ تابعین تبع تابعین کے عقیدہ ومنہج پر قائم ہیں' کتاب اللہ وسنت رسول ﷺ کو سلف صالحین کے فہم کے مطابق سمجھتے ہیں اس پر عمل کرتے ہیں اور اس کی طرف بلاخوف لائم لوگوں کو بلاتے ہیں' وہ علماء جن کے یہاں توحید وسنت اور سلف صالحین کے عقیدہ ومنہج کی نشر واشاعت سب سے اہم ہوتی ہے' جو شرک وبدعات وخرافات سے دور رہتے ہیں' اور اس کے خلاف مہم چلاتے ہیں' جو اختلاف کی صورت میں کتاب وسنت کی طرف مسئلہ کو لوٹا دیتے ہیں' جو کتاب وسنت کے نصوص کو عقل پر مقدم کرتے ہیں' شریعت کے نصوص کے درمیان جمع وتطبیق کرتے اور کتاب وسنت کے متشابہ نصوص کو محکم کی طرف لوٹا دیتے ہیں' جو حالات ومسائل کی نزاکتوں سے باخبر اور آگاہ ہوتے ہیں' جو خارجی' سبائی' رافضی' عقلانی' صوفی' اخوانی وتحریکی افکار ونظریات سے پاک ہوتے ہیں اور ان افکار کے حاملین سے براءت کا اظہار

کرتے ہیں'' حکمرانوں کے خلاف خروج وبغاوت نہیں کرتے' جوشبہات اور فتنوں میں مضبوط پہاڑ کی طرح توحید وسنت اور منہج سلف پر قائم رہتے ہیں' جو تمام صحابہ کرام سے محبت کرتے ہیں' جو کسی بھی صحابی کی تنقیص نہیں برداشت کر سکتے' جو سب کے ساتھ بلند اخلاق سے پیش آتے ہیں' جو کسی کی تقلید تو نہیں کرتے البتہ ائمہ اربعہ ودیگر معتبر ائمہ دین کا ادب واحترام کرتے ہیں' یہ علماء مراد ہیں یہ روئے زمین اور کائنات کی زینت ہیں' کتاب وسنت اور اقوال سلف میں جہاں بھی علماء کی مدح کی گئی ہے ان سے یہی علماء مراد ہیں' اسی لئے مقالہ میں اپنے اکابر اہل علم کی قید لگائی گئی ہے' اور اس قید اور لاحقہ میں پورے سلفی عقیدہ ومنہج کی وضاحت ہے قابل تحسین ہیں جنہوں نے درس اور مقالہ کا یہ موضوع رکھا' لہذا یہ بات ہمیشہ ملحوظ خاطر رہے' کہ قرآن وسنت میں وارد نصوص سے علماء سوٗ علماء باطل' علماء زیغ وضلال اور شرک وبدعت کے علماء ودعاۃ مراد نہیں ہوتے ہیں' کیونکہ یہ جنت نہیں جہنم کی طرف بلانے والے دعاۃ ومبلغین ہیں' جو بہتر فرقے جہنم میں جائیں گے وہ اپنے علماء سمیت جہنم میں جائیں گے' بلکہ علماء زیادہ قصوروار ہیں کیونکہ وہی عوام کی گمراہی کا ذریعہ اور سبب بنے ہوئے ہیں۔ اللہ سب کو ہدایت دے اور صحیح سمجھ دے آمین۔